

محبتِ رسول ﷺ!

جناب محمد ظفر اقبال

ریسرچ اسکالر شعبہ فلسفہ، جامعہ کراچی

یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ محبت ایک مابعد الطبیعی حقیقت اور وجدانی کیفیت ہے، اُسے منطقی اسلوب اور قانونی پیرائے میں سمویا اور سمجھایا نہیں جاسکتا۔ اس کی جامع و مانع تعریف ممکن نہیں، اس کی تعریف آپ اپنا وجود و صدور ہے، خواجہ یحییٰ بن معاذ کا ارشاد ہے:

”المحبة حالة لا يعبر عنها مقالة“

ترجمہ: ”محبت ایک حال ہے، اس کی تعریف لفظوں میں ممکن نہیں۔“

مولانا رومی فرماتے ہیں:

در تلخد عشق در گفت و شنید
عشق در یانست قعرش ناپدید

”عشق کا وصف کہنے سننے میں نہیں آتا، عشق ایسا سمندر ہے، جس کی گہرائی بے پایاں ہے۔“

تخلیقِ عالم کی اصل و اساس عشق و محبت پر ہے۔ ہر شے کے قیام و بقا کا باعث کششِ عشق ہے۔ محبت کا مادہ انسان میں اسی روز و دینت فرمادیا گیا تھا، جب روزِ ازل میں محبوبِ حقیقی نے اپنی صفات عالیہ، یعنی جمال و احسان کا ظہور فرمایا تھا، انسان اسی خواہشِ ظہور کا فعال مظہر ہے۔ گویا محبت وجود کی اولین حرکت، زندگی کا نقطہ آغاز اور ایسا ربانی فیضان ہے، جو صورت و حقیقت دونوں سطحوں پر وارد ہو کر، انسان کے تمام نقائص کا ازالہ کر کے اس مرتبہ کمال تک پہنچاتی ہے، جو اُسے مظہرِ حق بننے کے لیے عطا کیا گیا ہے۔ تمام حرکت و عمل اسی حب اور عشق کا نتیجہ ہے اور دنیا کی ظاہری صورتیں اسی بے مثل حقیقت کا عکس:

جرعہ مے ریخت ساقی اَلست
بر سر این خاک شدہ ہر ذرہ مست

”ساقی اَلست نے مے معرفت کا چھینٹا اس خاک پر ڈالا، جس سے اس کا ذرہ ذرہ مست

اور سرشار ہو گیا۔“

اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (حضرت محمد ﷺ)

پھر اس مشیتِ خاک کو کارنامہ ہائے محبت کے لیے کر لیا گیا اور قلب و نظر کی دولت عطا کی گئی، تاکہ محبت کے تقاضے، ایمان و اعمال دونوں سطحوں پر بہ تمام و کمال ظاہر ہو کر جذبہٴ محبت کی صداقت و رفعت کا ثبوت پیش کر سکیں، جس میں مزید ترقی اور صعود، معرفت اور عشق کا حال پیدا کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حبِ الہی کو مومن کی پہچان اور ایمان کی جان قرار دیا ہے:

”وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ“ (البقرہ: ۱۶۵)

”اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔“

آیتِ مبارکہ سے پتا چلا کہ قرآن مجید کا بنیادی مقصد اور اساسی تصویر تزییہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، نہ کہ والہانہ اطاعت۔ اطاعت و تابع داری تو اس محبت کا لازمی ثمرہ ہوگی۔ محبت کی طلب اور رغبت کا اصول یہ ہے کہ عاشقِ محبوب کے دوامی لقاء کا متمنی ہوتا ہے، وصلِ محبوب اور مشاہدہٴ مطلوب ہی اس کی دیرینہ آرزو اور اطمینان اور سکینت کا سامان ہوتا ہے، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ محبوب کے انداز و اطوار کو اختیار کر کے اپنی ذات کو محبوب کی صفات سے قائم کر لے اور بہ قدر محبت اس کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ بالفاظِ دیگر، محبوب کا مطاع ہونا محض ایک فطری و وجدانی امر نہیں، بلکہ محسوس و مشاہدہ بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ پیکرِ محسوس نہیں ہے کہ اُسے دیکھ کر، سن کر اُس کی اطاعت و اتباع کی جاسکے۔ سو اس فیاضِ ازل اور محبوبِ حقیقی نے بہ طورِ احسان و امتنان، اس اضطراب کے ازالے کے لیے اپنی محبت کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے مشروط فرما دیا ہے، اپنے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا:

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ (آل عمران: ۳۱)

”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

اس آیتِ مبارکہ میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی اصل روح محبتِ الہی ہے اور اس محبت کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی محبت جمع نہ ہونے پائے جو اس کی ضد ہو، بلکہ جو شےٴ محبوب سے تعلق میں حارج ہو، وہ عاشق کے دشمن کے زمرے میں داخل ہو جائے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے، ان کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا واحد راستہ اتباعِ رسول (ﷺ) ہے۔ اس اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تمہارا دعوائے محبت ہی سچا ثابت نہیں ہوگا، بلکہ تم خود محبوبِ الہی بن جاؤ گے۔ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ایک ہی راستہ ہے: اتباعِ رسول (ﷺ)۔ آپ ﷺ کی اتباع عین اتباعِ الہی ہے:

”مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“ (النساء: ۸۰)

”جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اتباعِ خداوندی کا تصور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کے بغیر محال اور ایک مجرد خیال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرشتوں کی گواہی ہے:

”فمن أطاع محمداً ﷺ فقد أطاع الله، ومن عصى محمداً ﷺ فقد عصى الله
ومحمد ﷺ فرق بين الناس۔“ (الصحيح للبخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب
والسنن، ج: ۲، ص: ۱۰۸۱، لاہور: مکتبۃ الحسن س۔ن)

”جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس
نے حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور
آپ ﷺ کی ذات گرامی (ایچھے اور برے) لوگوں کے درمیان معیار امتیاز ہے۔“

اس لیے مدعیانِ محبتِ خداوندی کو اتباعِ نبوی (ﷺ) لازم ہے اور اتباعِ کامل چونکہ شدید
محبت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانِ صداقتِ ترجمان سے اعلان
کروایا کہ ایمان، رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کا نام ہے کہ مال و عیال اور نفس و جان تک اس محبوب
جہاں کے سامنے حقیر و ذلیل اور ہیج و ارزاق ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من ولده ووالده والناس أجمعین۔“

(الصحيح لمسلم، مسلم بن حجاج القشیری، باب وجوب محبة رسول الله، ج: ۱، ص: ۴۹، کتاب الایمان، ملتان: دار الحدیث س۔ن)
”تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کو میری محبت اپنے والدین،
بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔“

جس دل کی زمین میں ایسی محبت کا بیج پڑا ہو، وہاں اس کے برگ و بار اور ثمرات کا احوال
و کیفیات کی صورت میں ظہور پذیر ہونا ناگزیر ہے، کیونکہ یہ قول سیدنا حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلاۃ
والسلام: ”درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔“ ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور
جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”المراء علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من یخالل۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، ولی الدین الخطیب،

ص: ۴۲۷، قدیمی کتب خانہ کراچی، س۔ن)

”انسان اپنے دوست (محبوب) کے طور طریقے اپناتا ہے، اس لیے ہر شخص اس کا خیال
رکھے کہ کسے اپنا دوست بنا رہا ہے۔“

اس فیاضِ ازل نے صاف بتلا دیا کہ میرا رسول ﷺ تمہارا رہبرِ کامل ہے، اس کی ذات
ہر جہت میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ (موجود) ہے۔“

اس لیے زندگی کے ہر شعبے اور حیات کے ہر گوشے میں آنکھیں بند کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت و غلامی ہی میں عین اطاعتِ الہی ہے۔ اسلام کی شانِ اعجاز ہی یہ ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو اظہار و اندازِ محبت کے تمام اسلوب اور طریقے خود ہی سکھا دیئے ہیں، تاکہ عقیدت و محبت کا نذرانہ محبوب کے معیار کے مطابق اس کی بارگاہ میں پیش ہو کر شرفِ قبول پاسکے۔ اہل محبت کے لیے یہ دلیلِ مُقنع ہے کہ محبتِ مُستلزمِ اتباع ہے۔ محبت بلا اتباع، دھوکا اور خام خیالی ہے، کیونکہ:

لو كان حبك صادقاً لأطعته

إن المحب لمن يحب مطيع

”اگر تیری محبت میں صداقت ہوتی تو تو اپنے محبوب کی فرمانبرداری کرتا، کیونکہ محبتِ محبوب

کا مطیع ہوتا ہے۔“

اسی طرح اطاعت بلا محبت بھی اہل نظر اور صاحبانِ قلب کے نزدیک مرتبہ کمال سے فروتر ہونے کے باعث مردود و مطرود ہے۔ بسا اوقات آدمی خارجی دباؤ کے زیر اثر جبراً اطاعت پر آمادہ ہو جاتا ہے، اس کے باطن میں تسلیم و رضا کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، جوں ہی اس دباؤ سے آزادی ملتی ہے، طبیعت پھر سے سرکشی اور بغاوت پر مائل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر تنہا ایمان لانے کو کافی نہیں بتلایا، بلکہ آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم اور حمایت و نصرت کے ساتھ اتباع و اطاعت بجالانے والوں کو دائمی فلاح کا مژدہ سنایا ہے:

”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ“ (الاعراف: ۱۵۷)

”سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، ان کی عزت و تکریم بجالاتے ہیں اور ان کی مدد

کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری

فلاح پانے والے ہیں۔“

اطاعت و اتباع کا داعیہ تو محبت و تکریم کے نتیجے میں از خود پیدا ہوگا، کیونکہ محبوب کی اقتدا و اتباع اہل عقل کے نزدیک مسلم ہے، اطاعت بلا محبت، محض ضابطہ و قانون ہوتی ہے، حقیقی اطاعت و اتباع نہیں۔ اصل چیز جو علامتِ ایمان اور مومن کی شناخت ہے، وہ ہے حبِ النبی ﷺ۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب باندھا ہے: ”باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان“..... ”رسول اللہ ﷺ سے محبت جزوِ ایمان ہے۔“ (صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۶، طبع: مکتبۃ الحسن، لاہور)

دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

اس محبت اور عشق کا معیار اہل السنّت کے پیشوا اور حنفیہ کے مایہ ناز مقتدا سیدنا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ (متوفی: ۱۰۱۴ھ) یہ بیان فرماتے ہیں:

”علامة حب النبي (ﷺ) حب السنة، وعلامة حب السنة حب الآخرة، وعلامة حب الآخرة بغض الدنيا، وعلامة بغض الدنيا أن لا يأخذ منها إلا زاداً يبلغه العقبى۔“
(شرح عین العلم وزین الحلم، ج: ۲، ص: ۳۷۵، طبع: إدارة الطباعة المنيرية، مصر)
”حب رسول اللہ ﷺ کی علامت یہ ہے کہ سنت سے محبت ہو [یہ نہیں کہ بدعات کی رونق پر فریفتہ ہو] اور سنت سے محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے اور آخرت کی محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بغض ہو اور بغض دنیا کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے فقط اتنا ہی لے کہ عقبیٰ تک پہنچنے کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔“

ایمان بالرسالة کا مقتضا رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ ایمان حال بن کر پورے وجود اور اس کے فعال عناصر، ذہن، ارادے اور طبیعت پر غالب ہو کر خیالات و خواہشات اور جذبات و احساسات میں ایسے رَاجِ بَس جائے کہ:

شأنِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

اس کے بعد ایک مومن ”سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا“ کا مکمل مظہر بن جاتا ہے، اس سے محویت و استغراق کے عالم میں بھی کوئی ایسا فعل ظہور میں نہیں آتا جو منافی شریعت ہو، کیونکہ اس کی مراد اور اس کا مقصود صرف محبوب اور منشاءِ محبوب ہے اور جب فقط محبوب ہی مقصود و مراد ہے تو اہل عشق اپنے اختیار سے دست کش ہو کر کامل سپردگی اور تفویض کی کیفیت میں زندگی گزار دیتے ہیں، جیسے: ”المیت بید الغسال۔“ حضرت مولانا رومی ؒ فرماتے ہیں:

”عاشق خود را بر کار و مختار نبیند، بر کار معشوق را داند۔“ (فیہ ما فیہ، ص: ۱۰۰)

”عاشق اپنے آپ کو کسی کام پر مختار نہیں سمجھتا، بلکہ معشوق کو فعل کا مختار سمجھتا ہے۔“

عاشق کامل اپنے جذبات و احساسات کو پامال کر کے رضائے محبوب کا طالب ہوتا ہے، چاہے اس میں کیسی ہی کلفت ہو۔ محبت میں حدود و محبت کا عدم لحاظ عارفین و عاشقین کے نزدیک دعوائے محبت کو باطل کر دیتا ہے۔ عارف شیرازی ؒ فرماتے ہیں:

فکرِ خود و رائے خود در عالم رندی نیست

کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

”رندی کی دنیا میں خود اپنی فکر اور اپنے اصول اور رائے کا دخل ممنوع ہے، اس مذہب میں

خود بینی و خود رائی کفر ہے۔“

یہاں کا تو بس ایک اصول ہے:

لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

”مہربانی وہی ہے جو تو خیال کرے اور حکم وہی ہے جو تو دے۔“

جہاں عشق میں خود پسندی اور خود رانی کی کوئی گنجائش نہیں، خود وضعی کا رویہ انسان کو خود غرضی اور نفس پرستی کی بدترین کیفیات میں مبتلا کر کے خود پرست باور کراتا ہے، عاشق کا مذہب رضائے محبوب ہوتا ہے۔ خود کو محبوب کی رضا و منشا کے سپرد کر دینے سے عاشق، صفت عشق کی تجلیات سے مستنیر ہوتا ہے، نفسِ مطمئنہ کے اکرام سے نوازا جاتا ہے اور ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ“ کی سعادت و بشارت کا مصداق بن جاتا ہے۔ ایسی شدید محبت اور کامل اطاعت کے آنجنے سے پروان چڑھنے والے مومنین کے معیاری و منتہائی نمونے حضرات صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور کفر، گناہ، عصیان اور نافرمانی سے دوری و انماض از حکم شریعت نہیں، از راہ طبیعت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو اتمام کی سعادت اور رضا کی سند سے نوازا، اس دین کی اضافت صریح طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہے: ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي“..... ایمان ان کے دلوں کی طلب اور قلوب کی زینت بنا دیا گیا تھا، انہی کو ”أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ“ کا زریں تمنغہ عنایت فرمایا گیا کہ رشد و ہدایت ان ہی کے طریق میں منحصر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ”مأنا عليه وأصحابي“ فرما کر ان کے طریقے کو نجات یافتہ لوگوں کا طریق قرار دیا اور قرآن نے اس سے روگردانی کرنے والوں کو ”سبیل المنافقين“ پر چلنے والا بتلایا۔ محبت و اطاعت کی دنیا میں معیار حق صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے اقوال و اعمال حجت، اتباع واجب اور اختلاف و نزاع میں تصفیے کی کلید ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی: ۳۲ھ) کا ارشاد ہے:

”لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب النبي ومن

أكابرهم ، فإذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا۔“

”لوگ نیک اور اسلام پر قائم رہیں گے جب تک علم ان کے پاس اصحاب رسول کی طرف

سے اور ان لوگوں کے اکابر کی طرف سے آئے گا، اور جب ان اصاغر سے ابھرنے لگے (جو

اوپر والوں سے علم نہیں لیتے) تو ہلاک ہو جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک سے ایسا حقیقی اور والہانہ تعلق اور آپ ﷺ کی ایسی کامل محبت عطا فرمائے جو ہمارے اندر آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا داعیہ پیدا کر دے، جو محبت کا جو ہر اور عشق کا مقتضا ہے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

